''مناسبات''/ذوالکفل بخاری

گھاٹے کا سودا

''اگر یہ کہا جائے کہ بی بی عابدہ! یہ لو، شٹل کاک والا برقع پہنو، ورنہ شریعت ہمارے پاس ہے۔ زیادہ بات کرو گی تو بال اور ناک کاٹ دیں گے...... تو پھر بنیادی حقوق کہاں رہ جائیں گے؟''۔ یہ سوال ۲۲ مئی کو ''خبریں'' فورم میں بیگم عابدہ حسین نے اٹھایا ہے۔ لیکن سوال ابھی مکمل نہیں ہوا۔ بیگم صاحبہ نے مزید کہا کہ...... ''اگر یہاں بھی افغانستان کی طرح ایسا کام شروع ہو جائے کہ جو لڑکی سکول، میں جانا چاہے، اسے گھر میں بند کر دو، جس کے بال نظر آ جائیں اسے قید میں ڈال دو، چور کا ہاتھ کاٹ دو، تو پھر موجودہ دور میں ہم سے کون ہمدردی کرے گا؟ اگر ہم بھی آثار قدیمہ کو بارود سے اڑانے لگیں تو یقیناً ہم سب کی ہمدردیاں کھو دیں گے۔ کیا یہ گھاٹے کا سودا نہیں؟''

بیگم صاحبہ کے اس استفہام اقراری کے جواب میں، چند سوال ہمارے ذہن میں بھی آئے ہیں۔ مثلاً گزشتہ چون سال میں، پاکستان میں کب کب شٹل کاک برقعے کو خواتین کا قومی لباس قرار دیا گیا؟ کتنی خواتین کے بال اور ناک اس حکم کی خلاف ورزی پر کاٹے گئے؟ سکول جانے کے ''جرم'' میں کتنی بچیوں کو گھروں میں نظر بند کیا گیا؟ بال کھلے رکھنے کی پاداش میں کتنی لڑکیاں قید میں ڈالی گئیں؟ کتنے چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے؟ کتنے آثار قدیمہ کو بارود سے اڑایا گیا؟----اگر ان سب سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو بیگم صاحبہ یہ بھی فرمائیں کہ ہم نے کتنی ہمدردیاں حاصل کیں؟ کتنے نفع کے سودے کیے؟

پاکستان میں بنیادی انسانی حقوق کی پامالی کے مجرم کون ہیں؟ طالبان؟ افسوس...... ایک سیاست دان کی زبان آرائی مبالغہ آرائی سے آشنا ہو جائے، یا مغالطہ دہی کی رسیا، تو پھر سامنے کی حقیقتیں نظر نہیں آیا کرتیں۔ ہمدردیاں اور منافع کے سودے، ایسے ہی خوش نما عنوانات سے دانش کی دھاک بٹھائی جا سکتی ہے۔ نہیں، ہتھیلی پر سرسوں جمائی جا سکتی ہے، لیکن خدا کے لیے کوئی یہ بھی تو بتلائے کہ چون سال، ہمدردیوں اور منافع کے سودوں کے بھیک مانگنے والوں کی ''پراگرس رپورٹ'' کیا ہے؟ غیر مشروط، بلا جواز اور بے لگام حق حکمرانی؟ امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر ہوتے چلے جانے کا ''حق''؟

اس دھرتی، پر زندگی آج بھی اتنی ہی تلخ اور ہولناک ہے، جتنی چون سال پہلے...... نہیں، دو سو سال پہلے تھی۔ انگریز بہادر جتنے بھی ''بنیادی حقوق'' انگلستان سے لے کر آیا تھا، وہ اس نے انہی لوگوں میں بانٹے تھے جو کئی کئی لاکھ ایکڑ زمین کے مالک بنائے گئے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ لوگ سراج الدولہ یا ٹیپو سلطان کے کینڈے کے لوگ نہ تھے۔ یہ کوئی گرے پڑے لوگ بھی نہ تھے۔ یہ ایک نئی اشرافیہ تھی۔ نواب، سر، خان بہادر، مخدوم الملک اور نجانے کیا کیا۔ وہ لوگ جو اپنی جاگیروں اور جائیدادوں پر ۱۸۵۶ء سے قبل حق ملکیت ثابت کرنے سے عاجز رہے ہیں۔ غلام ابن غلام ابن غلام۔ اس خطے میں، اس دھرتی پر...... جتنے بھی منافعے کے سودے کیے، انہی لوگوں نے کیے۔ سردار، وڈیرے، سائیں اور پیر---- جن کے زیر سایہ مخلوق کو تعلیم، صحت، روزگار اور رہائش، بھیک میں ملتی ہے، بنیادی حق کے طور پر نہیں۔ بی بی عابدہ یہ بتائیں کہ ان کی راجدھانی میں سکول، سڑکیں، ڈسپنسریاں اور ڈاکخانے ووٹوں کے عوض نہیں دیے جاتے؟ وہ بھی ترسا ترسا کر! عوام کی ضعیف الاعتقادی، ناخواندگی اور افلاس کا فائدہ کسے تھا، اور کسے ہے؟ یہ کیسے ممکن ہو جاتا ہے کہ کرنل سید عابد حسین کے بعد بی بی عابدہ حسین، اور بی بی عابدہ حسین سے آگے بی بی صغریٰ امام کی ذات میں آقائی صفات کا ظہور ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ صرف ۱۸۵۶ء کے بندوبست اراضی کے سبب ممکن ہوتا ہے۔ فرنگی آقاؤں کے ہاتھوں ہونے والا اولین بندوبست اراضی۔ کہاں کا میرٹ، کہاں کا استحقاق، کہاں کے بنیادی حقوق؟ ایک غاصب، غاصبوں کے ''سٹڈ فارم'' بنتا چلا گیا تا کہ ابنوہ در ابنوہ اور غول در غول، غاصبوں کی افزائش نسل ہو سکے۔ وہ طفیلیے جو بنیادی حقوق کی فصل چاٹ گئے۔ وہ غدار جنہوں نے غداری کا نام سیاست رکھا، اور وہ سیاست جس نے ابلیس پیدا کیے، ابلیس! یہ میں نے نہیں، اقبالؒ نے فرمایا تھا.....

ترّی حریف ہے یا رب سیاست افرنگ
مگر ہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس

دوصدر ہزار نہیں، اس سے بھی کچھ زیادہ۔ مگر..... لوگ نہیں جانتے۔ وہ نسل جو جوان ہو چکی اور وہ نسل جو جوان ہو رہی ہے، اپنے تمام تر زعم با خبری کے باوجود، بخدا نہیں جانتی کہ اس آزادی کے لٹیرے کون تھے، جو دو سو سال کی غلامی سے زار و زبوں ظلمت زارِ ہند میں امکان اور اُمید کے مطلع پر طلوع ہوئی بھی تو شعلۂ مستعجل کی طرح۔ ایک ایسی موج جو دریا سے اٹھی لیکن ساحل سے کبھی نہ ٹکرائی۔ نامرادانِ ساحلِ آزادی کی کس مپرسی، بے چارگی اور جانکنی کا تماشا کرنے والے خداوندانِ سیاست----- جو پچھلے چون سال میں ہر حکومت کے ساتھ رہے، ہر وزارت کا حصہ رہے، اور ہر سازش میں شریک رہے، جب بنیادی حقوق کے نام پر، معقولیت کے نام پر اور سیاسی تدبّر کے نام پر، کرشمہ سنجیوں اور جلوہ طرازوں کا کمال دکھاتے ہیں تو آدمی محسوس کرتا ہے کہ اس کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا رہی ہے۔ پاکستان کس نے بنایا اور کیوں بنایا؟ انہوں نے، جو مفاہمت پسندی اور تملّق و چاپلوسی کی انتہاؤں تک پہنچے؟ جنہوں نے جنگِ عالم گیر اول و دوم میں فرنگی فوج کا حصہ بن کر، برادر کشی اور زر پرستی کی انوکھی داستانیں رقم کیں؟ جنہوں نے ڈاکوؤں کے بوٹ پالش کیے، لٹیروں کے کتے نہلائے اور غنڈوں کے گھوڑوں کے خرخرے کیے؟

یہ داستان بہت طویل، بہت دل خراش ہے۔ یہ افراد کی نہیں، طبقات کی آویزش کا قصہ ہے۔ طبقاتی تقسیم ---- جو سورج کی روشنی اور تمازت، زمین کی زرخیزی اور بادلوں اور ہواؤں کے حیات بخش التفات کو بھی چند طبقوں کا استحقاق بتلاتی ہے۔ وہی چند طبقات جو انقلاب کی آہٹ اور تبدیلی کے آثار کے تذکرے پر بڑبڑاتے اور عجیب عجیب آوازیں نکالنے لگتے ہیں۔ جاگیردار، جنہوں نے صنعتیں لگالیں۔ صنعت کار، جنہوں نے جاگیریں بنالیں۔ ساہوکار، جنہوں نے زرداروں کا زر اور تنگ غریباں، سب کچھ لوٹا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی دامادی کی میرٹ لسٹ پر، سب سے اوپر بیوروکریسی کا استحقاق طے ہو چکا ہے۔ سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا؟

یہ کہنا کہ ہمدردیاں کھو دینا گھاٹے کا سودا ہے، کتنی مہمل بات ہے۔ ''ہمدردی'' کیا بازار کی کوئی جنس ہے؟ درد کا رشتہ بڑا ہے۔ لاریب! بقول فیض صاحب!

بڑا ہے درد کا رشتہ، یہ دل غریب سہی
تمہارے نام پہ آئیں گے غم گسار چلے

لیکن کون سا درد اور کون سے غم گسار؟ بی بی عابدہ فرماتی ہیں...... ''پاکستان کا براہ راست اسرائیل سے کوئی جھگڑا نہیں، ہم صرف فلسطین کی وجہ سے اسرائیل کو تسلیم نہیں کر رہے۔ جب فلسطین نے اسرائیل سے اپنا تنازعہ ختم کر لیا تو پھر ہم کہاں کھڑے ہوں گے؟ یہودی ہم سے نفرت کرتا ہے کہ بلاوجہ پاکستان نے اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ امریکہ میں عیسائی ہمارے خلاف ہیں کہ پاکستان میں توہین رسالت کا قانون موجود ہے، جس کے تحت ہم ہر سال ایک دو عیسائیوں کو سزا دلواتے ہیں۔ ہمیں فیصلہ کرنا چاہیے کہ ہم کس کس سے جنگ کریں۔ اسلام اور پاکستان کے حوالے سے ہماری لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ آخر کب تک؟'' گویا--- بی بی عابدہ وہی بات پوچھ رہی ہیں کہ آخر کب تک ہم گھاٹے کا سودا کرتے رہیں گے؟ کاش بی بی سے عرض کیا جا سکتا کہ یہودی ہم سے نفرت نہ کرے اور عیسائی ہمارے خلاف نہ ہو، تو وہ یہودی نہیں رہے گا۔ یہ جھگڑا، چون سال پرانا نہیں، چودہ سو سال پرانا ہے۔ وہ ہستی، جس کی نسبت سے بی بی عابدہ کے نام کے ساتھ ''سیدہ'' کا سابقہ جگمگاتا ہے، یہودیوں اور عیسائیوں کی ''ہمدردی'' سب سے پہلے اس ہستی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کھو دی تھی۔ میرے منہ میں خاک، اگر میں کہوں کہ اس ہستی نے گھاٹے کا سودا کیا تھا۔